



1

انٹرویو

تم مخاطب بھی ہو قریب بھی ہو

سید افضل میاں کا ایک انٹرویو

تشکر: ڈاکٹر مسعود فریدی صاحب

www.mushahidrazvi.com

S. M. Afzal
IPS
REGISTRAR



Off. : (0571) 700220
Resl. : (0571) 700043
Int. : 121
Fax : (0571) 700528
Email : reg_amu@amu.up.nic.in
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202 002 (INDIA)


Dated

2

پیغام

یہ جان کر مجھے مسرت ہے کہ طلباء آفتاب ہال کی سالانہ میگزین جلد شائع ہونے جارہی ہے۔

ادبی سرگرمیوں میں طلباء کی دلچسپی کو دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہے۔ یہ سماجی تربیت، مطالعہ اور تحریر کا ایک طاقتور حربہ ہے۔ لہذا اس کی بڑی اہمیت و افادیت ہے۔ ادبی سرگرمی کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں، اگر اس پر خصوصی توجہ نہ دی جائے تو دیگر تمام سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔ ہال کے پرووسٹ ڈاکٹر اظہار احمد اور ان کے رفقاء کی زیر قیادت ہال صحیح سمت میں گامزن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ادبی سرگرمی سے مستقبل کے لائحہ عمل کے تعین اور ہال کے صحیح نظم و ضبط کو برقرار رکھنے میں مزید تقویت ملے گی۔ میگزین کی اشاعت کے لیے میری نیک خواہشات ہیں۔


ایس ایم۔ افضل
رجسٹرار



مجھے کچھ کہنا ہے؟

محترم قارئین!

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے آفتاب ہال کا علمی وادبی مجلہ ”آفتاب“ کی شکل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ آفتاب اپنی دیرینہ روایتوں کے عین مطابق ہو۔ اس کے لیے ہم نے علم وادب کے معروف قلم کاروں سے گزارش کی کہ وہ ازراہ عنایت ہمیں اپنا قلمی تعاون دیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ بانی درس گاہ کو محض خراج عقیدت پیش کر کے اپنے فرض سے عہدہ برآ نہ ہوں بلکہ عصر حاضر میں بانی درس گاہ کی خدمات و تعلیمات کی معنویت کے تعلق سے سنجیدہ گفتگو قارئین کی خدمت میں پیش کی جائے۔ شکر ہے، اس موضوع پر ہمارے شیخ الجامعہ جو آفتاب ہال کے رشتے سے ہمارے اولڈ بوائز بھی ہیں، نے اپنا مضمون عنایت کیا ہے۔ بانی درس گاہ کی تحریک نے زبان وادب کو کیا فائدہ پہنچایا ہے اس کا مطالعہ مشہور عالم پروفیسر نور الحسن نقوی کے قلم کا نتیجہ ہے۔ مزید براں سرسید پر ہم نے ”آفتاب“ میں کچھ اہم مواد شامل کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے آفتاب ہال کے تین سینئر اولڈ بوائز سے تفصیلی بات چیت بھی اس مجلہ میں شامل کی ہے جو اپنے زمانے کے نہایت ہی سنجیدہ اور عملی زندگی میں اپنے قابل ذکر کارناموں کی بدولت اہم خدمات انجام دی ہیں۔ یعنی موجودہ شیخ الجامعہ جناب محمد حامد انصاری (آئی۔ ایف۔ ایس)، جناب سید محمد اشرف (آئی۔ آر۔ ایس) کمشنر انکم ٹیکس، علی گڑھ اور جناب سید محمد افضل (آئی۔ پی۔ ایس) رجسٹرار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ ہمیں امید ہے کہ یہ گفتگو قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگی۔

مشتمل کوئی مجلہ شائع کرنا سخت امتحان کے مترادف ہے۔ تقریباً چار سو صفحات پر ہم نے کوشش کی ہے کہ علم و ادب کے مختلف پہلو اس طرح سمٹ آئیں کہ اس میں ایک طرح کی رنگارنگی کا احساس آپ کو ضرور ہو۔ تمام باتوں کے باوجود ہمیں اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا بھی اعتراف ہے۔ ہم یہ دعویٰ تو نہیں کرتے کہ ہم نے کوئی غیر معمولی کام انجام دیا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ”آفتاب“ کے ان صفحات کی سیر کے دوران آپ کو ہماری محنت، سنجیدگی اور لگن کا احساس ضرور ہوگا۔ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ اس مجلہ میں کسی طرح کا کوئی نقص نہ رہنے پائے، پھر بھی سہو کوئی خامی یا کمی رہ گئی ہو تو آپ ہمدردی اور خود نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے درگزر فرمائیں گے۔

”آفتاب“ کی اشاعت میں قلمی معاونین کے ساتھ ساتھ انتظامی سطح پر ہمارے کرم فرما پر ووسٹ جناب ڈاکٹر اظہار احمد، نگران جناب ڈاکٹر اسعد احمد بدایونی نے جس طرح قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور ہمارا تعاون کیا اس کے لیے ہم ان کی خدمت میں سراپا سپاس ہیں۔

نامناسب ہوگا اگر میں ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی، ڈاکٹر سید سراج اجملی، جناب شاہد علی، ڈاکٹر محبت الحق، ڈاکٹر فرحانہ کوثر، محمد موصوف احمد، عبدالسلام جیلانی، عبدالخالق نعمانی، محمد عطاء اللہ سیوانی احمد نعیم آفاق اور محمد مہتاب عالم رضوی کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جنہوں نے ہر موڑ پر میری مدد کی اور نیک مشوروں سے نوازا۔ ہمیں آپ کی حوصلہ افزا آرا کا انتظار رہے گا۔

خیر اندیش

فرید

طوفان کر رہا ہے مرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی ہے کہ کشتی بھنور میں ہے



سید محمد افضل میاں قادری

سید محمد افضل، رجسٹرار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایک رسمی گفتگو

ایڈیٹر ۱:- رجسٹرار صاحب! ایک عرصہ کے بعد یونیورسٹی کا ماحول پر امن ہوا ہے۔ درس و تدریس کی فضا سازگار ہوئی ہے۔ اس کے لیے ہم آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

رجسٹرار:- شکریہ۔

ایڈیٹر ۲:- جناب والا! پرسکون ماحول اور سازگار تعلیمی فضا ہونے کے باوجود ایک عام شکایت سننے میں آئی ہے، جو سچ بھی ہے کہ یہاں کے طلباء کا تناسب سول سروس میں بہت کم ہوتا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

رجسٹرار:- اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں بیٹھنے کا ذوق و شوق بہت کم ہے۔ اگر اس امتحان میں کم لوگ بیٹھیں گے تو انتخاب کا تناسب بھی کم ہوگا، زیادہ لوگ بیٹھیں گے تو انتخاب کا تناسب بھی بڑھ جائیگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ اس امتحان میں زیادہ سے زیادہ بیٹھیں۔

ایڈیٹر ۳:- ہمارے طلباء سیاست، صحافت اور دوسرے میدانِ عمل میں آج وہ کردار ادا نہیں کر رہے ہیں جو ماضی میں کیا کرتے تھے، آخر کیوں؟

رجسٹرار:- اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے طلباء کے سامنے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی خاص نصب العین نہیں ہے۔ دوم ایک بہتر زندگی اور بہتر مستقبل کے لیے جس قسم کی کاوش اور جس قسم کی شدت کی ضرورت ہوتی ہے وہ شاید کچھ کم ہوگئی

ہے۔ محنت کرنے سے جی چراتے ہیں۔ زندگی نظم و ضبط سے بندھی ہوئی نہیں ہے۔ کس چیز کو کتنا وقت دینا چاہیے، طے نہیں کر پاتے، پڑھتے ہیں تو بہت محنت سے پڑھتے ہیں، لیکن یہ نہیں جانتے کہ کیا پڑھنا چاہیے اور کیا چھوڑنا چاہیے۔ اس لیے تمام تہذیبی و جسمانی صلاحیتیں اس جگہ پر اتنی شدت سے خرچ نہیں ہوتیں جو انسان کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہیں۔

ایڈیٹر ۴:۔ آج کے بدلے ہوئے ماحول میں تعلیم کے میدان میں بھی طرح طرح کے نت نئے کورس کھل رہے ہیں، کیا ایسے کچھ کورس آپ کے زیر غور ہیں؟

دجسٹراڈ:۔ موجودہ دور کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے میری اپنی رائے یہ ہے کہ باؤٹکنا لوجی، کمپیوٹر اور کامرس کے مختلف ذیلی کورس کے متعلق نئی قسم کی ایجادات ہونی چاہئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ روزگار کے مواقع فراہم ہو سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ جو اشیاء کی کمی واقع ہونے لگی ہیں آبادی کے تناسب سے اس میں اضافہ ہو۔

ایڈیٹر ۵:۔ اس یونیورسٹی کے قیام کا ایک عظیم مقصد علی گڑھ تحریک کو فعال اور متحرک رکھنا تھا۔ اتنے بڑے ادارہ ہونے کے باوجود بھی مسلمانان ہند تعلیمی اور معاشی میدان میں کافی پیچھے ہیں۔ ایسا تو نہیں کہ علی گڑھ تحریک اپنے مقصد میں ناکام ہوگئی۔ اگر یہ سچ ہے تو آپ کے خیال میں اس کا سدباب کیا ہو سکتا ہے؟

دجسٹراڈ:۔ اس کا سدباب یہ ہے کہ مسلمان بالخصوص صرف اور صرف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو ہی اپنی زندگی کا نصب العین سمجھے ہوئے ہیں۔ علی گڑھ تحریک کا جو مقصد ہے وہ ضروری نہیں کہ علی گڑھ میں ہی بیٹھ کر پورا کیا جائے۔ ہندوستان میں جہاں جہاں پسماندہ مسلمان موجود ہیں وہاں علی گڑھ تحریک کا پیغام پہنچا کر وہاں ترقی کے مواقع میسر کرائے جائیں تو ایک متوازن ترقی ہوگی۔ اگر آپ اس یونیورسٹی میں ہی سب لوگوں کے داخلے اور قیام کی توقع کرتے ہیں تو یہ چیز کسی بھی طور پر ممکن نہیں ہے۔ یونیورسٹی چار۔ پانچ ہزار لوگوں کے لیے بنی تھی لیکن آج اس میں ۲۶/۲۷ ہزار لوگ ہیں۔ ہوٹل کے جن کمروں میں دو

دولڑ کے رہنے چائیں وہاں آج پانچ لوگ رہتے۔ ہیں اس وجہ سے وسائل پر جو دباؤ ہے اس کی وجہ سے نہ تعلیم کا معیار اچھا ہے نہ رہائش کا، نہ کھیل کود کا، نہ ورزش کا اور نہ ہی ذہنی ترقی کا۔

علی گڑھ تحریک ایک مشن اور ایک مہذب منصوبہ ہے۔

علی گڑھ تحریک کا کوئی نہ کوئی پیغام کہیں نہ کہیں آزادی کے سروں سے ضرور ملتا ہے۔ خود مختار، خود کفیل ہندوستانی علی گڑھ تحریک کا نصب العین تھا۔ اور لگ بھگ یہی نصب العین آزادی کی تحریک کا بھی تھا۔ علی گڑھ تحریک اپنے قدموں پر کھڑی ہونے لگی اس لیے ضرورت تھی کہ آزادی کی تحریک میں کچھ نوجوان کو دیں اور ملک کو ظالم حکمرانوں کے پنجوں سے آزاد کرائیں۔ انگریزوں سے آزادی دلائیں تاکہ علی گڑھ تحریک کو زیادہ آزادانہ طور پر استعمال کیا جاسکے۔

میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ علی گڑھ تحریک ایک مشن اور ایک مہذب جذبہ ہے۔ یہ خدا نخواستہ کوئی Battery نہیں ہے کہ دو گھنٹے چلی اور ختم ہوگئی۔ یہ انسانوں کے دل میں کرنٹ کی طرح موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کرنٹ کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔

ایڈیٹر ۶:- سرکاری ملازمت میں بالخصوص اور دوسرے میدان میں بالعموم ہندوستانی مسلمان برادر وطن سے کافی پیچھے ہیں۔ اس دوری کو کم کرنے کے لیے ہمارے دانشور حضرات حکومت سے مسلمانوں کے لیے ریزرویشن کا مطالبہ کر رہے ہیں اس پر آپ کیا کہیں گے؟

دجسٹریٹ:- میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو کسی طور پر بھی کسی قسم کے ریزرویشن کی کوئی مانگ نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کو یہ سن کر ممکن ہے کہ جھٹکا لگے لیکن میں آپ کو یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ زندہ و تابندہ قوم وہ ہے جو بنا کسی بیساکھی اور کسی مصنوعی سہارے کے آگے بڑھ سکے اور اپنا نصب العین حاصل کر سکے۔ ریزرویشن کی پالیسی اگر مسلمانوں کے سلسلے میں استعمال کی گئی تو ان میں کاوش اور جدوجہد کا

9

جذبہ جو ہونا چاہیے وہ نہیں رہے گا۔ اور آپ سب محسوس کریں گے کہ اس ریزرویشن سے صرف ایک مخصوص طبقہ کو ہی فائدہ پہنچے گا۔ یعنی مسلمانوں میں نام نہاد وہ طبقہ جس کے لیے آپ ریزرویشن چاہتے ہیں صرف وہ اور ان کی اولاد ہی اس ریزرویشن کا فائدہ اٹھا سکیں گے، بقیہ مسلمان ساتھ میں حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اس معاملہ میں زیاد کھل کر کیا کہوں آپ نظر ڈالیں اس طرف جہاں ریزرویشن کی سہولیات ہیں جن کو ریزرویشن ملا اور بقیہ ان ہی کی Community کے لوگوں کو نہیں ملا۔

ایڈیٹر ۷:- ۱۹۸۱ء کے ترمیمی ایکٹ کے تحت یونیورسٹی کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی پسماندگی کو دور کرنے کی کوشش کرے یا اس سمت میں کوئی پیش رفت ہوئی؟

دجسٹرار:- آپ کس قسم کی پیش رفت کرنے کی کہہ رہے ہیں؟ آج جس ترمیم اور ترمیم کی شق کا ذکر کر رہے ہیں اسے ہم C(2)5 کہتے ہیں جو یونیورسٹی کو ایکٹ دیا گیا ہے لیکن آپ کس قسم کی ترقیات چاہتے ہیں؟ تعلیمی میدان میں ۱۹۸۱ء سے لے کر اب تک اس یونیورسٹی کے ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں اس میں یقیناً آپ کو پتہ چلے گا کہ ہزاروں کی تعداد میں آپ میں سے اسکالرس، ڈاکٹرز، انجینئرس، گریجویٹس ہر میدان میں نکلے جو خدا کے فضل و کرم سے اپنی اپنی جگہ پر اپنا قوم کا اور اپنے ملک کا نام روشن کر رہے ہیں۔ معاملہ دراصل ایک شق یا ایک Section بنانے سے نہیں ہے بلکہ اس کے مزاج کے لئے جتنے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اس کے پیدا کرنے سے ہے C(2)5 آپ نے ایکٹ میں شامل کر دیا لیکن آپ کے پاس اس کی ترویج و اشاعت کے لئے پیسہ نہیں ہے تو آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ہم بار بار جس نام نہاد قوم کا نام لیتے ہیں اس قوم کا ایک آدمی بھی ایک پیسہ اس یونیورسٹی کو چندہ کے طور پر نہیں دیتا، جب کہ پوری یونیورسٹی کا دار و مدار چندہ پر ہی تھا۔ چندہ ہی سے یہ

یونیورسٹی بنائی گئی ہے۔ تقریباً ایک سو ساٹھ کروڑ روپے ہر سال حکومت ہند سے ہمیں آتا ہے۔ ایک سو ساٹھ کروڑ روپے میں یونیورسٹی چلائی جاتی ہے تو C(2)5 کا سوال کرنے سے پہلے ہم مسلمانوں کو سوچنا پڑے گا کہ آیا وہ کچھ اس یونیورسٹی کے لئے مالی طور پر کر سکتے ہیں اگر وہ کر سکتے ہیں بھی C(2)5 کا خواب پورا ہو سکتا ہے، ورنہ جتنے وسائل ہمیں ملتے ہیں وہ تنخواہوں، پنشنوں اور بقیہ کاموں میں صرف ہو جاتے ہیں۔

ایڈیٹر ۸: تصوف، اخلاق اور صلح کل کا پیغام دیتا ہے، جس نے اسلام کے فروغ و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیا۔ خود آپ کا تعلق ایک عظیم خانقاہ سے ہے۔ موجودہ ماحول میں کیا آپ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

دجسٹرار: موجودہ ماحول میں یا کسی بھی دور میں تصوف نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں شاید ہی کوئی عقیدہ یا نظریہ انجام دے سکے کیونکہ اس میں انسان کی بنیاد پر اور انسانیت کی بنیاد پر گفتگو کی ہے، اس میں یہ نہیں دیکھا کہ فلاں شخص کا مذہب و مسلک کیا ہے بلکہ یہ دیکھا کہ اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے اور اس نے اللہ کی مخلوق کے ہر عنصر میں اللہ کا جلوہ دیکھا اور اسی کو سکھایا اسی نے رواداری، محبت، باہمی خلوص اور سیکولرزم کی بنیادوں کے اوپر انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کی اور شاید یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کے مزارات پر آپ دیکھتے ہوں گے کہ ہر قسم اور ہر طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ یہ دراصل ان کی زندگی کے کارناموں کی کشش ہے جو عوام کو جوق در جوق ان کی طرف کھینچ کر لاتی ہے۔ تو تصوف ہر دور میں اور بالخصوص اس دور میں بہت سے مسائل کا حل ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو باقاعدہ مہمیز کیا جائے گا کیڈ کیا جائے صرف یہ نہیں ہے کہ جنگل چلے گئے اور راہب بن کر رہ جائے، ضروری یہ بھی نہیں ہے کہ ہر وقت کرامتوں کا ظہور ہو۔ اس کی بھی امید نہیں رکھنی چاہئے بلکہ یہ دکھنا چاہئے کہ کس طرح دل گداز ہوتا ہے اور روح دوسرے کی طرف تڑپتی ہے، تو جو یہ کرتے ہیں وہ انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے بقول شاعر

جو سب کے لئے مونس و دمساز نہیں ہے
کچھ اور ہے وہ عشق کی آواز نہیں ہے

یہ عشق کی آواز صرف خاص دل ہی سے نکلتی ہے اور یہ بھی ایک طرح کے
فکر کی چھاپ ہے۔ مسلمانوں کے اوپر ان لوگوں کی جو مسلمانوں سے پہلے سے اس
مسک میں آباد تھے، بہت سے نظام سنتوں صوفیوں کے ملتے ہیں۔

ایڈیٹر ۹:- اپنی علمی اور تخلیقی صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لیے یونین طلباء کا واحد
پلیٹ فارم ہوا کرتا تھا۔ اس وقت یونین معطل ہے۔ کیا یہ تعطل آپ کے عہد میں بھی
برقرار رہے گا؟

رجسٹرار:- بطور اصول کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اصولاً یونین ہونی چاہئے،
لیکن یونین کس قسم کی ہونی چاہئے اس میں کن لوگوں کو کھڑے ہونے کا موقع ملنا
چاہئے، کون لوگ اس میں امیدوار ہونے چاہئیں، یہ سب چیزوں کا اختیار آپ
کے حق میں وائس چانسلر صاحب کو دیا گیا ہے۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ چالیس
موٹر سائیکل ہوں، تیس کٹے ہوں، سو مسلمان کے ساتھ مل کر الیکشن جیت گئے ہرچی
جھوٹی بات منوانے کے لئے یہاں کھڑے ہو جائیں تو یہ بھائی میرے زمانے ہیں،
یہ اب کے زمانے میں ممکن نہیں ہے۔ البتہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کورٹ کا الکشن
طلبہ کا بہت دن سے نہیں ہوا تھا اسے وائس چانسلر صاحب نے کروایا، صرف اس
لئے کہ وہ جمہوری اقدار میں یقین رکھتے ہیں۔ شاید یہ اکیلے وائس چانسلر ہیں
برسوں بعد جنھوں نے لگ بھگ ہر دو مہینے بعد یونیورسٹی کے تمام باڈی کی میٹنگ
کرائی ہے۔ EC کی AC کی، کورٹ کی، یہ وہ واحد وائس چانسلر ہیں جنھوں نے
۹۳ میں کم سے کم فیصلے لئے ہیں ۹۳ کا مطلب جو AC، Power اور EC کی
ہے اور اس کی بنیاد پر جو فیصلے وائس چانسلر لیتے ہیں اسے کم سے کم لے تا کہ زیادہ
سے زیادہ مسائل ان باڈیز کے ذریعہ طے ہوں جن کو باقاعدہ طے کرنا ہے۔ یونین
کے خلاف نہ وہ ہیں اور نہ ہم ہیں۔ ہمارے ایڈمنسٹریشن کو کوئی اعتراض

نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ داخلے وغیرہ ہو جائیں تو پھر سینئر اساتذہ کے ساتھ بیٹھ کر ایک لائحہ عمل بنایا جائے اور اس کے حساب سے کام کیا جائے۔ بھی کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ضرورت نہیں کہ لڑکوں کے نمائندے ہمارے پاس آئیں۔ ۲۷ ہزار لڑکوں سے ملنا ایک ساتھ ناممکن ہے۔ لیکن ان کے چنے ہوئے نمائندے تیرہ یا چودہ سے ملنا آسان ہے۔ ہمیں بھی ضرورت ہے، لیکن اگر کوئی یہ سمجھ کر کہ ہم کئے کی بنیاد پر، تلوار کی بنیاد پر یونین کی آڑ میں کوئی کام کر سکے گا تو ممکن نہیں اور آپ نے پچھلے ایک سال میں دیکھا بھی ہوگا کہ بڑے سے بڑے مشکل حالات میں ہم نے کبھی غیر ضروری طور پر جبر نہیں کئے اور جہاں بھی کہیں نرمی دکھائی وہ صرف اس لئے کہ یونیورسٹی کا Larger Interest ہماری نظر میں تھا اور عمر کے اس حصے میں ہم ہیں اور دوسری طرف وائس چانسلر صاحب ہمارے بزرگ ہیں کہ جہاں ذاتی انا کوئی درجہ نہیں رکھتی، کوئی حیثیت نہیں رکھتی، بلکہ وہاں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ جو سو، سو اسو سال سے خون سے سپنچی ہوئی یہ عمارتیں ہیں، یہ پیغام ہیں، یہ مشن ہیں، یہ یونیورسٹی ہے کہ یہ کس طرح سے ٹھیک چلے گی اور اس کو ٹھیک چلانے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے۔ ذاتی انا کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جنگ میں آپ نے محسوس کیا ہوگا Practical Move جزل Forward جاتا ہے کبھی Backword آتا ہے تو Backword آنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ شکست ہے Backword آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ Clining موقع اور وقت چاہتا ہے۔ یونین سے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے نہ پہلے تھا۔ ہم نے اپنی تقاریر میں بے شمار جگہ کہا ہے کہ ہم اساتذہ کے یونین میں یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے پوری کوشش کی لیکن کورٹ کے الکشن کے دوران ہر چیز کی خلاف ورزی کی گئی منع کیا کہ دیواریں مت رنگئے، منع کیا کہ تین موٹر سائیکل لے کر مت گھومئے، تو ان کو لگا کہ باقاعدہ جو بالغ النظری اور بالغ شعور چاہئے وہ Develop کرنا پڑے گا اور آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ خدا نخواستہ کوئی آدمی

زخمی ہو جائے جو ہماری طاقت روپیہ کی طاقت کی بنیاد پر آپ کا نمائندہ بن رہا ہے تو وہ نہ آپ کا ہے اور نہ ہمارا۔ اس کے جو ذاتی کام ہیں وہ طاقت کے بوتے پر کروانے کی کوشش کرتا ہے، آپ نے دیکھا کہ کس طرح لوگ چوری چاہتے ہیں، چوری کی بنیاد پر حکومت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جسے نہ آپ چاہیں گے اور نہ عام طالب علم چاہے گا اور عام طالب علم بے چارہ جسے اس کے والدین یونیورسٹی میں پڑھنے بھیجتے ہیں وہ بھی نہیں چاہے گا۔

میں نے آپ سے عرض کیا نا، آپ جانتے ہیں کہ والدین کہتے ہیں کہ اس بچہ کی شادی ہوگی لیکن اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے تاکہ اس میں بالغ نظری و بالغ شعوری تو پیدا ہو جائے ایک لائحہ عمل بنائیں گے تو اچھا رہے گا۔

ایڈیٹر ۱۰: آپ کے زمانے کا علی گڑھ اور آج کے علی گڑھ کی تعلیمی اور اقامتی زندگی میں آپ کیا فرق محسوس کر رہے ہیں؟

دجسٹرار:- ہمارے یہاں اسٹوڈنٹس کا بوجھ بہت بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ آفتاب ہوسٹل کے ہر کمرے میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ آج دو بھی رہتے ہیں (نہیں ایک ہی رہ رہے ہیں۔ فریدی) دوسرے ہوسٹل میں جہاں تین رہتے تھے وہاں پانچ لڑکے رہتے ہیں۔ لڑکیوں کے اقامتی ہال میں جہاں تین لڑکیاں رہتی تھیں وہاں چھ رہتی ہیں، تو یہ اقامتی بوجھ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ ہر طرح سے کوالٹی (Quality) پر اثر انداز ہوتا ہے۔ دیکھئے یہ ایک کمرہ ہے، ایک کرسی، ایک پلنگ یہاں ڈالا، ایک یہاں ڈالا اور ایک یہاں تو پھر کتنی جگہ بچی، سامنے ہے دیکھ لیجئے۔ پھر اس میں تین لڑکے یا تین لڑکیاں اور آگئے تو آپ پڑھیں گے کس طرح سے۔ دوم یہ کہ جہاں تین لوگ رہتے ہیں وہاں چھ لوگ رہیں گے۔ تو ان کی صحت کا حال کیا ہوگا؟ پڑھائی کا کیا حال ہوگا۔ ڈاننگ ہال میں بوجھ زیادہ بڑھ جائے گا۔ چونکہ آپ کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ آپ زیادہ فرنیچر بڑھا سکیں، زیادہ کراکری خرید سکیں، زیادہ ملازمین رکھ سکیں تو ان تمام باتوں سے بہت بوجھ

روز مسائل آتے ہیں سب کا حل اسی میں ہے کہ باقاعدہ لائحہ عمل بنا کر ایک پلاننگ کر کے تعداد کو اگلے پانچ سال تک تھوڑا کنٹرول کیا جائے۔ اب جیسے ہم چاہتے ہیں کہ ایس ایس ہال مرمت کرائی جائے۔ اسے سو سال تو ہو گیا اس کی مرمت ہونی چاہیے Sewage ہے، Toilete خراب ہیں۔ لیکن کب کرائیں کسی وقت ہال خالی ہی نہیں ہوتا۔ Over Already وہ Burded ہیں۔ اگر تعداد کم ہوتی تو تین مہینے کے لیے کسی کمرے والے کو دوسرے کمرے میں شفٹ کر کے صحیح کراتے۔ ایم ایم ہال کی چھتیں ٹپک رہی ہیں آپ کو کیا اندازہ ہوتا ہے اوپر سے تو صحیح کرائیں گے، لیکن اندر کا کیا ہوگا، ان کو خالی کر کے کہاں لے جائیں۔

ایڈیٹر:۔ یونیورسٹی اور بالخصوص آفتاب ہال کے طلباء کے نام آپ کا کوئی پیغام؟
رجسٹرار:۔ آفتاب ہال سے مجھے بہت محبت ہے۔ یہ تصنع نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ میں میکڈائل اور آفتاب دونوں ہی ہوسٹل میں رہا، اپنا سارا وقت یہیں گزارا میرا ایک شعر ہے۔

ایک ہوا دیوانہ، ایک نے شیشے سے سر پھوڑ لیا
کیسے کیسے لوگ تھے جن سے رسم وفا کی بات چلی

میں نے وہاں آفتاب منزل میں جو لوگ دیکھے، جو ساتھ تھے اساتذہ، وارڈنس، ساتھی، اب الفاظ نہیں ہیں کہ میں ادا کر سکوں۔ بس بعض اوقات رقت طاری ہوتی ہے بعض اوقات گلارندھتا ہے ان کو یاد کر کے، کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ میں عرض کرنا یہ چاہتا تھا کہ یہ یونیورسٹی استعمال کے لیے ہے، لیکن ناجائز استعمال کے لیے نہیں۔ اس کے نام اور اس کی آڑ میں کوئی ایسا کام نہ ہو جو ہمیں وطن دشمن اور ملک دشمن قرار دے۔ دوسری چیز یہ کہ اس ملک سے محبت کا اتنا ہی حق اور اختیار ہمیں حاصل ہے جتنا کسی اور اس ملک میں رہنے والے کسی اور کو۔ تو ہم کبھی بھی

کسی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں بلکہ یہ سوچ کر چلیں کہ اس ملک کے لیے جتنی قربانیاں دوسروں نے دی ہیں اتنی نہیں تو اس سے کم بھی نہیں ہم نے دی ہیں۔ ہمارے لیے دنیا میں واحد مسکن صرف یہی جگہ ہے۔ ہم یہاں کی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی مٹی میں مل جائیں گے۔ اور ایک چیز جو اقبال نے بہت پہلے کہا تھا۔

تو اسے پیانا، امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں، ہر دم جوان ہے زندگی

یہی میرا پیغام ہے۔

سرپرستوں سے میری گزارش

اے میری قوم کے لوگوں! اپنے عزیز اور پیارے بچوں کو غارت نہ کرو۔ ان کی پرورش کرو۔ ان کی آئندہ کی زندگی اچھی طرح بسر کرنے کا سامان کرو۔ مجھ کو تم کچھ ہی کہو میری بات سنو نہ سنو! مگر یاد رکھو تم ایک قومی تعلیم کے طور پر ان کی تعلیم نہ دو گے تو وہ آوارہ اور خراب ہوں گے تم ان کی ابتر حالت کو دیکھو گے اور بے چین ہو گے روؤ گے اور کچھ نہ کر سکو گے۔ تم اگر مر جاؤ گے تو اولاد کی خراب زندگی دیکھ کر تمہاری روحیں قبروں میں تڑپیں گی اور تم سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ ابھی وقت ہے تم سب کچھ کر سکتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر چند روز تم اسی طرح غافل رہے تو ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم چاہو گے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دوں، ان کی تربیت کروں مگر تم سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ مجھ کو کچھ کہو، کافر، ملحد، نیچری، میں تم سے خدا کے سامنے کچھ شفا ریش نہیں چاہتا میں تم سے اپنی شفاعت کے واسطے درخواست گار نہ ہوں گا۔ میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بچوں کی بہتری کے لیے کہتا ہوں۔ تم ان پر رحم کرو اور ایسا کرو کہ آئندہ کو بچھتا نہ پڑے۔ (سر سید احمد خاں)

لکچر بمقام، لدھیانہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۳ء

مراسلہ: محمد ساجد اختر (بی۔ اے۔ سال اول)